محترم مفتی منیب الرحمٰن حفظہ اللہ اور تاریخ شہادت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ

(مؤرخہ 04 جولائی 2024ء کے لکھے ہوئے کالم[1] کا مختصر تجزیہ)

محرر: ڈاکٹر اعجاز بشیر، کراچی

اہل سنت گزشتہ دو دَہائیوں سے جس داخلی و باہمی انتشار سے ہمکنار ہو چکی، اس کے سدّباب کے لیے ہمارے موجود اہل علم اپنی دینی و اخلاقی ذمہ داریوں کی ادائیگی سے مسلسل پہلو تہی کر رہے ہیں، یہی وجہ ہے کہ ہر دن ٹوٹ پھوٹ کا معمول ہوتا جارہا ہے، سوشل میڈیا کے دور میں اب باتوں سے اعراض و اغماض تو ممکن نہیں، اسی لیے اکابرین کے اپنے مشاغل میں لگے رہنے کے سبب ہر ایک اپنے تئیں علم و فضل کا شاہکار بنتے ہوئے فتاوی جاری کر رہا ہے، کیونکہ جب بڑے اپنا کلیدی کردار کماحقہ نہ ادا کریں، تو میدان خالی دیکھ کر کوئی بھی خود کو بڑا بنوانے کے لیے کم از کم کوشش ضرور کرتا ہے، اگر مال و دولت اور کوئی مضبوط تعلق دستیاب ہو جائے، تو بس پھر کچھ ہی عرصہ میں وہ پیشوائے اہل سنت کے سابقہ لاحقہ لگائے پھرتا ہے، آپ چونکہ ہمارے اکابر میں ہیں، اس لیے آپ سے ہمیشہ توقع رہی، کہ بہتر سے بہترین کی طرف کوشش کریں گے اور اپنی زندگی میں مضبوط قیادت کی فراہمی سمیت اہم مسائل واُمور کے حل کے لیے سعی فرمائیں گے، تاہم ہنوز انتظار جاری ہے۔

آپ کے حالیہ کالم میں اس حساس مسئلے پر مختصر گفتگو پیش کی گئی، جس پر اول تو آپ کے شایانِ شاں یہی تھا، کہ تمام تر امور پیش نظر رکھتے ہوئے حتمی فیصلہ کرتے، تاکہ اہل سنت میں یہ مسئلہ کسی مناسب حل پر اختتام پذیر ہو جاتا، یا پھر آپ دیگر مسائل کی طرح اس پر بھی خاموشی اختیار فرمالیتے، لیکن آپ نے اس پر ایک جانبدارانہ کالم کی صورت میں انتشار کو مزید ہوا دے ڈالی، اگرچہ اہل علم سمیت آپ بخوبی جانتے ہیں کہ یکم محرم الحرام کا یہ موقف اہل سنت بریلوی مکتب فکر میں کب سے اختیار کیا گیا، کہ خانوادہ اعلیٰ حضرت سمیت گزشتہ صدی تک کونسی تاریخ میں یوم شہادت منایا جاتا تھا، چنانچہ ہم وہ تفصیل یہاں درج نہیں کر رہے، کہ اُس پر اپنی کتاب **اعجاز الرحمن فی تحقیق شہادۃ عمر و عثمان** میں مباحث مرتب کریں گے۔

آپ کے کالم پر ہم نے مختصر کلام کیا، تو کئی علماء و افراد کی جانب سے کچھ وضاحت کے ساتھ تحریر کا مطالبہ و تقاضا ہوا، تو مجبوری میں یہ سطور پیش کی جارہی ہیں، اس میں فقط آپ کے کالم کے شہادت سے متعلق مندرجات و حوالہ جات پر اتنا ہی تجزیہ ہوگا، جتنا کہ ضروری ہوا، زیادہ تفصیل عوام کے لیے بھی مفیدنہ ہوگی، اگر آپ اپنے موقف پر نظر ثانی فرمائیں، تو اہل سنت میں کم از کم اس پہلو پر اطمینان کی فضا ہموار ہو جائے گی، لیکن اگر آپ مصر رہنا چاہیں، تو کار بدست مختار۔

1۔ https://dunya.com.pk/index.php/author/mufti-munib-ur-rehman/2024-07-04/47925/30081407

یوم عرس منانے کی بابت مفتی صاحب کا اُصول

مفتی صاحب اپنے کالم میں تحریر فرماتے ہیں:

اول تو یہ ایک لایعنی بحث ہے، کیونکہ یہ کہیں بھی لازم نہیں ہے کہ یومِ شہادت اُسی دن منایا جائے، جس دن شہادت واقع ہوئی۔ پوری امت امام عالی مقام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور جمیع شہدائے کربلا امامِ عالی مقام کے اہلبیتِ اطہار اور اعوان وانصار رضی اللہ عنہم کا یومِ شہادت دس محرم الحرام کو مناتی ہے، لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ اُس سے پہلے یا بعد میں نہیں منایا جاسکتا۔

ہمیں اس بات سے اختلاف نہیں، کہ اگر کوئی کسی بھی ہستی کے ذکر خیر کے لیے کسی بھی دن کا نیک نیتی کے ساتھ انتخاب کرے، یہ تو اچھی بات ہوگی کہ وہ صالحین کے ذکر سے اپنے لمحات زندگی کو منور کرتا ہے، لیکن یہاں تاریخ شہادت کے تعین کی بات ہے، ذکر خیر کیے جانے کی نہیں، آپ نے دو باتوں کو خلط ملط کر دیا ہے، پس ایک بات یہ ہے کہ سیّدنا فاروق اعظم کی شہادت کس دن ہوئی؟ جبکہ دوسری بات یہ ہے کہ اُن کا ذکر خیر کس دن کیا جائے؟

آپ کے ذمہ یہ تھا کہ آپ یکم محرم الحرام کو تاریخ شہادت ثابت فرمائیں، جو کہ ابھی تک ہمیں آپ کے حوالہ جات سے میسّر نہ آسکی، جبکہ دوسری بات اُن کے ذکر خیر کیے جانے کی، تو اہلسنّت اگر سیّدنا فاروق اعظم کا ذکر خیر خاص دس محرم عاشور کی رات یا پھر بارہ ربیع الاول میں بھی کریں، تو بحمد اللہ کوئی مسئلہ نہیں، کہ امام حسین بھی سیرت فاروق اعظم کے پَرتو ہیں، اسی لیے تو وقت کے یزید سے ٹکرا گئے، نیز اُن کے ذکر سے یقیناً امام حسین بھی خوش ہوں گے، اسی طرح اگر نبی کریم ﷺ کے میلاد شریف والے دن میں تذکرہ فاروقی کر لیا جائے، تو اس سے بھی اہل ایمان کو راحت ہی ملتی ہے اور نبی ﷺ بھی اپنے محبوب صحابی کے ذکر پر خوشی کا اظہار فرمائیں گے۔

تاہم اگر آپ کا اُصول اسی تناظر میں مان لیا جائے، کہ شہادت خواہ کسی بھی تاریخ میں ہوئی، اور وہ دن یا مہینہ صحیح اسناد اور مضبوط اقوال وغیرہ سے معلوم بھی ہو، اسے کے باوجود بھی دن بدلا جاسکتا ہے، تو پھر آپ کرم فرمائیں، اور اہلسنت میں رائج بڑے ایام میں سے کسی ایک کی بھی تاریخ تبدیل ہونے پر فتوی صادر کر کے دکھائیں، مثلاً برصغیر میں عرس خواجہ معین الدین اجمیری 6 رجب کو منایا جاتا ہے، تو آپ کے اُصول کے مطابق اس تاریخ کا تعین واہتمام لازمی نہیں، تو آپ حکم کریں کہ آئندہ زیادہ فاصلہ نہ سہی، بلکہ 5/7 رجب کو یوم خواجہ منایا جائے، پھر دیکھیں، کیا نتیجہ آتا ہے۔ اسی طرح بارہ ربیع الاول نبی ﷺ کی یوم ولادت کے حوالے سے معروف، لیکن آپ بھی بخوبی جانتے ہیں، کہ اس کے علاوہ بھی متعدد اقوال ہیں، بلکہ آٹھ اور نو ربیع الاول پر تو کئی اقوال، پس آپ کا اُصول اگر مان لیا جائے، تو اُمت میں آسانی ہو جائے گی، کہ بارہ اور آٹھ کے درمیان اختلاف میں رہنے والے ایک ساتھ 12 ربیع الاول کی جگہ 8 ربیع الاول کی تاریخ مقرر کر لیں، چنانچہ آپ میدانِ عمل میں آئیں، اور آٹھ ربیع الاول کو مجموعی ومرکزی یوم میلاد کی تاریخ مشتہر فرمائیں۔

اسی طرح اعلیٰ حضرت امام احمد رضاخان کا عرس 25صفر المظفر کو ہے، تو آپ کے اُصول کے مطابق اسے آگے پیچھے کیا جاسکتا ہے، چنانچہ آپ ہمت فرمائیں، کہ ہم آئندہ سے 20صفر کو عرس اعلیٰ حضرت کی تاریخ مقرر کرتے ہیں، اگر ان میں سے کسی ایک پر آپ کا تجربہ کامیاب رہا، تو پھر آپ بلاشبہ یکم محرم کو یوم فاروقی کا اہتمام فرمائیں، ہم آپ کی پیروی میں سعادت سمجھیں گے۔

لیکن اگر کسی اور یوم میں متعدد اقوال موجود ہونے کے باوجود تبدیلی ممکن نہیں، تو پھر ذوالحجہ میں حتمی طور پر شہادت فاروق اعظم متعین ہونے کے باوجود آپ کیونکر یکم محرم الحرام کا موقف اپنائے ہوئے ہیں، الغرض یہ حکمت سمجھ سے بالاتر ہے۔

مفتی صاحب! آپ کے ذمہ ہو گا کہ آپ یہ بات ثابت کر دیں، کہ شہادت یکم محرم الحرام میں ہوئی، جیسا کہ آپ نے اپنے کالم میں لکھا:

> نیز ایسے تاریخی شواہد بکثرت دستیاب ہیں کہ اَبُو لُؤلُؤَہ فیروز مجوسی نے سیدنا عمرؓ کو زہر آلود دو دھاری خنجر سے ذوالحجہ کے آخری ایام میں فجر کی نماز پڑھاتے ہوئے زخمی کیا اور اُسی کے نتیجے میں آپؓ کی شہادت یکم محرم الحرام کو واقع ہوئی اور آپؓ کی تدفین عمل میں آئی۔

آپ نے اپنے کالم میں جتنے تاریخ حوالے دیے ہیں، اُن میں کسی بھی جگہ یکم محرم الحرام کو تاریخ شہادت نہیں کہا گیا، بلکہ تاریخ تدفین کہا گیا ہے، آئندہ سطور میں ہم نے ان تمام کی اصل عبارت نقل کر دی ہیں، چنانچہ آپ نے یکم محرم میں شہادت کا جو دعویٰ فرمایا، اس پر اپنے اس کالم میں ایک بھی دلیل پیش نہیں فرمائی۔

بقولِ تاج الشریعہ: خاندانِ رضویہ میں یوم فاروق محرم نہیں، بلکہ ذوالحجہ میں

تاج الشریعہ مفتی اختر رضاخان نے اپنے مشہور آڈیو کلپ میں واضح طور پر خاندانِ رضویہ میں یوم فاروق ذوالحجہ میں کیے جانے کا معمول بتایا ہے، اَب آپ کے مطابق اہلسنّت میں یکم محرم الحرام بطور شہادت فاروقی شروع سے رائج رہا، تو اولاً آپ تاج الشریعہ یعنی خاندانِ اعلیٰ حضرات کا قدیمی معمول پیش نظر رکھیں، پھر اپنے دعویٰ کی مطابقت جانچ لیں، یقینی طور پر قدیم معاملہ آپ کے بجائے خاندانِ رضویہ کے معمولات سے معتبر ہو گا۔

اس کے علاوہ آپ کے اپنے پیش کردہ حوالہ جات ہی سے ہم نے واضح کر دیا ہے کہ کسی ایک مقام پر صحیح سند خواہ تاریخی کتاب ہی کیوں نہ ہو، سے یہ ثابت نہیں کہ شہادت یکم محرم کو ہوئی، تو آپ کس بنیاد پر ایک رائج معاملے میں تبدیلی کے خواہاں ہیں؟ اگر یہاں آپ کسی خاص مکتبہ فکر کی وجہ سے ایسا کرنا مناسبت سمجھتے ہیں، تو واضح کہہ دیں کہ تاریخ شہادت تو ذوالحجہ ہی ہے، لیکن ہم کسی سبب سے یکم محرم میں کیا کریں گے، علاوہ اَزیں اہلسنّت کو کسی اور سے کیا تعلق؟ ہم بحمد اللہ ادبِ صحابہ واہل بیت والے ہیں، چنانچہ جن کے دل میں روگ ہو، وہ جانیں اور اُن کا کام، ہم اہلسنّت کیونکر صحابہ کے لیے منفی سوچ رکھیں گے۔

مفتی صاحب کے کالم میں بنیادی خطائیں اور قابل توجہ اُمور

- طبری کا ایک مقام بنیاد ٹھہرایا، لیکن بقیہ مقام کی تفصیلات سے اعراض کیا، جہاں موقف کے خلاف عبارات موجود تھیں۔
- شہادت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے بارے میں طبری کا مختار موقف 23ھ، ذوالحجہ ہی ہے، یکم محرم 24ھ ہرگز نہیں، اگر مفتی صاحب ہمت فرمائیں، تو طبری کے اپنے بیان سے ہمیں بحوالہ معتمد یکم محرم 24ھ میں شہادت کی تاریخ دکھا دیں، وہ ایک ضعیف قول جسے طبری نے نقل کیا، وہ آپ کے کالم میں نہیں تھا، نہ آپ نے اس مقام کا حوالہ دیا، وہ ہماری دیانت کے ہم نے اسے بھی پیش کر کے حقیقت بیان کر دی، اس کے علاوہ پوری طبری آپ کے پاس موجود، کرم فرمائیں۔
- شہادت کی تاریخ اور تدفین کی تاریخ دونوں میں زمین آسمان کا فرق ہے، جو مفتی صاحب اپنے پورے کالم میں ایک جگہ بھی سمجھنے سے قاصر نظر آئے، یا پھر انھوں نے توجہ نہیں فرمائی، واللہ اعلم۔ چنانچہ مفتی صاحب کا دعوی یکم محرم 24ھ میں شہادت کی تاریخ ہونے کا تھا، جیسا کہ آپ کے کالم کا اقتباس اس بارے میں گزشتہ نقل کر دیا گیا، لیکن جتنے دلائل درج کیے، وہ تمام یکم محرم 24ھ میں شہادت کے بجائے تدفین کا بیان کر رہے ہیں۔
- انھوں نے جتنی کتب کے حوالے نقل کیے، ہم نے اُن میں سے تاریخ شہادت کے بارے میں عبارات مع ترجمہ نقل کر دی ہیں، جن میں بکثرت یہ بات لکھی ہوئی ہے کہ ذوالحجہ ختم ہونے میں ابھی چار دن باقی تھے کہ آپ پر قاتلانہ حملہ ہوا، پھر تین دن بعد شہادت ہوئی، اب اس معاملہ کو ذیل میں سمجھنے کی کوشش کریں۔

چار راتیں باقی ہونے کا مطلب واضح ہے کہ اگر تو وہ مہینہ 29 دنوں پر مشتمل تھا، تب تو 25 ذوالحجہ کی نماز فجر میں حملہ ہوا، اور اگر 30 دنوں پر مشتمل تھا، تب 26 ذوالحجہ کی نماز فجر میں حملہ ہوا، کیونکہ یہی دو دن مراد لینے سے باقی آنے والی چار راتیں پوری ہوتی ہیں، نیز نماز فجر جس رات کے اَخیر میں ادا ہوئی، لازمی بات ہے کہ اوّل تو قائلین نے واضح لکھا ہے کہ اس حملہ کے بعد چار راتیں باقی تھیں، اس لیے وہ حملہ والی رات ہرگز اس میں شمار نہیں کی جاسکتی، ویسے بھی نماز فجر اور طلوع آفتاب میں وقت ہی کس قدر کہ اس سے گزشتہ پوری رات شمار کر لی جائے، پس بدیہی ہے کہ مراد آنے والی چار مکمل راتیں ہیں، یہ نکتہ پیش نظر رکھیں۔ اور یہاں سمجھانے کے لیے ہم مکمل تیس دنوں والا مہینہ مان لیتے ہیں، تو دیکھیں:

26۔	نماز فجر	اس میں حملہ ہوا۔ تو باقی نصف دن نمازوں کے اوقات عصر تک زخمی حالت میں گزرے۔
27۔		مغرب سے دوسرے دن عصر تک کے اوقات نماز زخمی حالت میں گزرے۔
28۔		مغرب سے دوسرے دن عصر تک کے اوقات نماز زخمی حالت میں گزرے۔
29۔		مغرب سے دوسرے دن عصر تک کے اوقات نماز زخمی حالت میں گزرے۔
30۔		یہ پوری رات مع دن ابھی باقی ہے، حالانکہ تین دن زخمی ہونے کی مدت مکمل ہو چکی۔

اوراگر چار مکمل راتیں باقی تھیں، کو پیش نظر رکھتے ہوئے ذوالحجہ کا مہینہ 29 دنوں والا مانیں، تو اب دیکھیں:

25۔ نماز فجر اس میں حملہ ہوا۔ تو باقی نصف دن نمازوں کے اوقات عصر تک زخمی حالت میں گزرے۔

26۔ مغرب سے دوسرے دن عصر تک کے اوقات نماز زخمی حالت میں گزرے۔

27۔ مغرب سے دوسرے دن عصر تک کے اوقات نماز زخمی حالت میں گزرے۔

28۔ مغرب سے دوسرے دن عصر تک کے اوقات نماز زخمی حالت میں گزرے۔

29۔ یہ پوری رات مع دن ابھی باقی ہے، حالانکہ تین دن زخمی ہونے کی مدت مکمل ہو چکی۔

چونکہ مفتی صاحب کے بیشتر حوالہ جات میں 26 ذوالحجہ کو ہی حملے کی تاریخ بیان کیا ہے، تو ایسی صورت میں پہلے والا معاملہ ہی مناسب ہے، البتہ ہم نے احتمال کی صورت میں دونوں کا ذکر کر دیا ہے، تاکہ وضاحت ہو سکے۔

کیونکہ مفتی صاحب (انھوں نے شبلی نعمانی سے تین دن کا بیان نقل کیا) سمیت محولہ کتب کی عبارات سے واضح ہے کہ زخمی ہونے کے بعد تین دن تک اسی کیفیت میں علیل رہے، پھر تین دن بعد شہادت ہوئی، تو ہم نے اُوپر 29 ذوالحجہ کا پورا دن بھی احتیاطی طور پر شامل کر دیا ہے، تاکہ کچھ زیادہ وقت مفتی صاحب کی رعایت میں رہے، تب بھی آپ دیکھ سکتے ہیں، کہ ہمارے بیانات میں کل چار دن زخمی حالت میں شمار ہوتے ہیں، لیکن اگر ہم اسے تین دن شمار کریں، تب تو 29 کے آغاز میں ہی تین زخمی حالت والے دن گزرے جاتے ہیں، اس کے بعد 29 کا دن نصف اور 30 کی رات اور پھر یکم محرم شروع ہونے سے پہلے یعنی نماز مغرب تک پورا دن مزید باقی رہ جاتا ہے۔

الغرض مفتی صاحب نے اپنے کالم میں جس قدر گفتگو کی، جتنے حوالہ جات دیے، اُن میں سے کسی ایک سے بھی شہادت کی تاریخ یکم محرم تک ہر گز نہیں پہنچتی، بلکہ 28 ذوالحجہ تک ہی مکمل ہو جاتی ہے، اب مفتی صاحب اس کے علاوہ کوئی دلیل لائیں، جس میں واضح طور پر یکم محرم میں شہادت کا بصراحت ذکر ہو، تو اُس پر تب بات کی جائے گی، ان شاء اللہ

ابن جریر طبری (متوفی: 310ھ) اور موقف ہذا کے فہم میں مفتی صاحب کے تسامحات

مفتی صاحب نے اپنے کالم میں بیان کردہ شہادت والے موقف کی بنیاد امام ابن جریر طبری (متوفی: 310ھ) کی تاریخ طبری سے نقل کردہ ایک مقام کی روایت پر رکھی، پھر اس پر انھوں نے مزید کتب کے حوالے درج کرنے کے بعد تاثر دیا، کہ گویا یہ یکم محرم الحرام میں شہادت والا موقف اُن سمیت سب کے یہاں مختار ہے، تو اسی لیے اس پر اعتماد کیا جانا موزوں ہے، چنانچہ ہم پہلے اسی تاریخ طبری سے ہی حقیقت حال پیش کرتے ہوئے مختصر نکات کی صورت واضح کریں گے کہ کیا علمی خطا ہوئی، اور کیونکر دیگر حقائق کو زیر غور نہ لائے۔

الغرض پہلے مفتی صاحب کے لکھے گئے کالم سے طبری کی عبارت پیش خدمت ہے، ہم نے اسے بعینہ متعلقہ اخبار کی ویب سائٹ سے نقل کیا، تاکہ کہیں کسی حرف کی کمی بیشی پر اعتراض نہ ہو:

امام ابو جعفر طبری (مُتَوَفّٰی 310ھ) اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: "حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو 26 ذوالحجہ 23 ہجری کو زخمی کیا گیا اور **یکم محرم الحرام 24 ہجری کو آپ کی تدفین** ہوئی" (المنتخب من ذیل المذیل، ص: 11)۔ امام اَبُو نُعَیم (متوفیٰ 430ھ) لکھتے ہیں: "حضرت سعد بن ابی وقاصؓ بیان کرتے ہیں: حضرت عمرؓ کو 26 ذوالحجہ 23 ہجری کو (قاتلانہ حملے میں) زخمی کیا گیا اور **یکم محرم الحرام 24 ہجری کی صبح آپؓ کی تدفین ہوئی**۔ پس آپؓ کی خلافت دس سال پانچ ماہ اور اکیس دن رہی۔ علامہ ابن اثیر جزری (متوفیٰ 630ھ) نے "اُسد الغابہ (ج:4، ص:156) میں، علامہ یحییٰ بن شرف نووی (متوفیٰ 676ھ) نے "تَہْذِیْبُ الْاَسْمَاءِ وَاللُّغَات (ج:2، ص:13) میں، علامہ ذہبی (متوفیٰ 748ھ) نے "سِیَرُ اَعْلَامِ النُّبَلَاء" (ج: 2، ص: 417 تا 418) میں، حاجی خلیفہ (متوفیٰ 1067ھ) نے "سُلَّمُ الْوُصُوْل اِلٰی طَبَقَاتِ الْفُحُوْل" (ج:2، ص: 413) میں، علامہ علی القاری (متوفیٰ 1014ھ) نے "مرقاۃ المفاتیح" (ج: 9، ص: 3727) میں اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے "لَمُعَاتُ التَّنْقِیْح" (ج:10، ص:130) میں اسی طرح لکھا ہے۔

مفتی صاحب نے تاریخ طبری کے ذیل سے جس مقام کا حوالہ دیا، تو وہاں کی عربی عبارت پیش خدمت، تاکہ گفتگو کرنے میں آسانی ہو، چنانچہ لکھتے ہیں:

قال ابن عمر: حدثني أبو بكر بن إسماعيل بن محمد بن سعد، عن أبيه قال: طعن عمر يوم الأربعاء لأربع ليال بقين من ذي الحجة سنة ثلاث وعشرين، ودفن يوم الأحد، صباح هلال المحرم سنة أربع وعشرين. (المنتخب من ذيل المذيل للطبري: 11/ 504. ذكر السنة 23. طبعة دار سويدان بيروت)

چونکہ آپ نے عوامی لحاظ سے لکھتے ہوئے سندی بحث درج نہیں کی، تو ہم بھی اس پہلو پر زیادہ گفتگو نہیں کرتے، البتہ مختصر عرض ہے کہ اس میں پہلا راوی محمد بن عمر الواقدی (متوفی:207ھ) ہے، اس کی توثیق مشکل، تاہم بندہ تاریخی اَمر ہونے کے لحاظ سے قبول کر بھی لے، تو اس کے بعد ابو بکر بن اسماعیل زُہری ہیں، اُن کی توثیق واحوال معلوم نہیں، پھر اُن کے والد اسماعیل بن محمد زہری (متوفی:134ھ) تیسرے راوی، یہ ثقہ، لیکن شہادت کے وقت وہ پیدا بھی نہ ہوئے تھے کہ اُن کی پیدائش 60ھ کے بعد میں ہوئی، جیسا کہ حافظ عسقلانی (متوفی:852ھ) نے (تہذیب التہذیب، 1/166) ذکر کیا، تو اب قارئین اندازہ لگا سکتے ہیں، کہ اُن کی 23ھ کے بارے میں ایسی خبر پر اعتماد کیا جائے، یا پھر کسی اور عینی شاہد کی متصل و صحیح سند سے منقول موقف کو قابل اعتماد کہا جائے۔

1۔ آپ نے ترجمہ کرتے وقت عربی عبارت کے مطابق دنوں کا ترجمہ شامل نہ کیا، اگرچہ یہ قابل ذکر بات نہیں، کہ صرف نظر ہو جاتا ہے، لیکن یہاں چونکہ ہم آپ کی عبارت پر تجزیہ کر رہے ہیں، اسی لیے توجہ دلائی ہے۔

یعنی: حضرت عمر کو 23ھ، بروز بدھ، ذوالحجہ کی چار راتیں باقی تھیں، زخمی کیا گیا، اور انھیں 24ھ، بروز ہفتہ، یکم محرم کی صبح کو دفن کیا گیا۔

2۔ مفتی صاحب نے پوری تاریخ طبری چھوڑ کر فقط اُس کے ذیل المذیل سے عبارت کا انتخاب فرمایا، تو شاید اسی وجہ سے وہ غلط فہمی کا شکار ہو گئے، کیونکہ اگر وہ تاریخ طبری کے تفصیلی مقامات پر شہادتِ فاروق رضی اللہ عنہ کا بیان مطالعہ فرماتے، تو ممکن ہے کہ ایسا نہ ہوتا، چنانچہ ہم قارئین کے سامنے طبری کے وہ متعلقہ مقامات پیش کرتے ہیں، کہ جس سے طبری کا موقف واضح طور پر معلوم ہو جائے گا، اور ہم طبری پر اس لیے کچھ وضاحت سے عبارات پیش کر رہے ہیں، کہ قبلہ مفتی صاحب نے اسی کو گویا اصل بنا کر بقیہ کتب کو ضمناً بیان کیا ہے، اس لیے اصل مقام پر حقیقت عیاں ہو گئی، تو باقی مقامات کی حالت بھی بآسانی واضح ہو جائے گی، ان شاء اللہ۔

نوٹ: طبری وغیرہ کی عبارات ہمارے موقف کے دلائل نہیں، ہم اِن عبارات کو مفتی صاحب کی وجہ سے پیش کر رہے ہیں۔

چنانچہ طبری نے سب سے پہلے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بارے میں جس روایت کا بیان کیا، **وہ صحابی حضرت مسور بن مخرمہ زُہری** رضی اللہ عنہ (متوفی:64ھ) کی سند ہے، چنانچہ انھوں نے تفصیلی روایت کے اختتام پر لکھا:

قال: ثم **توفي** ليلة الأربعاء، **لثلاث ليال بقين من ذي الحجة**، سنة ثلاث وعشرين. قال: **فخرجوا به بكرة يوم الأربعاء**، فدفن في بيت عائشة مع النبي ﷺ وأبي بكر. (الطبري: 4/ 193. ذكر السنة 23)

یعنی: پھر **آپ** (حضرت عمر) **نے بدھ کی رات شہادت پائی، کہ ابھی 23ھ، ذوالحجہ کی تین راتیں باقی تھیں**، نیز راوی نے کہا: پس لوگ (صحابہ) اُن کے جسد اقدس کو **بدھ کی صبح** لے کر نکلے اور حضرت عائشہ کے گھر میں نبی ﷺ اور حضرت ابو بکر کے ساتھ دفن کیا۔

مفتی صاحب! اگر آپ نے طبری کے حوالوں پر ہی اعتماد کرنا ہو، تو پھر یہ لیجئے طبری سے آپ کی خدمت میں وہ عبارت پیش کر دی گئی، جس کے راوی خود صحابی اور عینی شاہد بھی ہیں، کیونکہ آپ نے اپنے کالم میں جو روایت لکھی، اس کا راوی عینی شاہد نہیں، چنانچہ اس لحاظ سے تو یہ حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ والی روایت زیادہ حقدار ہے کہ آپ اسے اپنا موقف ٹھہرائیں، پس اس کے مطابق ذوالحجہ ختم ہونے میں ابھی تین راتیں باقی تھیں، کہ شہادت ہو چکی تھی، **نیز اس روایت کے مطابق تو بدھ کے دن تدفین ہوئی**، حالانکہ آپ نے کالم میں جو روایت درج کی ہے، **اُس کے مطابق بدھ کو حملہ ہوا، جبکہ تدفین ہفتہ کی صبح ہوئی تھی**۔

الغرض یہ حضرت مسور بن مخرمہ صحابی رضی اللہ عنہ والی روایت کم از کم آپ کے کالم میں لکھی ہوئی منقطع روایت سے بایں لحاظ بہتر کہ سند میں راوی مجہول ہیں، لیکن عینی شاہد تک تو جا پہنچتی ہے، کہ اس میں سلم بن جنادۃ سوائی کوفی (متوفی:254ھ) ثقہ (الکاشف:2010)، سلیمان بن عبد العزیز بن ابی ثابت، مجہول (الانوار الکاشفہ:ص109)، اُن کے والد سے مراد عبد العزیز بن عمران ابو ثابت زُہری معروف بہ الاَعرج (متوفی:197ھ)، متروک، (التقریب:4142)۔ پھر عبد اللہ بن جعفر بن عبد الرحمن بن مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ (متوفی:170ھ)، صدوق (الکاشف: 2666)۔ اور جعفر بن عبد الرحمن کے احوال ہمیں معلوم نہ ہو سکے۔

3۔ طبری کا معتمد موقف اور مفتی صاحب کی عدم توجہ

اس کے علاوہ طبری کا اپنا موقف اتنا واضح ترین ہے کہ مفتی صاحب معمولی سی توجہ فرماتے، تو عیاں ہو جاتا ہے کہ وہ 23ھ میں ہی شہادت کے قائل ہیں، چنانچہ طبری نے مفتی صاحب والے المنتخب من ذیل المذیل: ذكر من قتل أو مات منهم في سنة ثلاث وعشرين من الهجرة کے مقام پر بھی شہادت کو 23ھ کے عنوان کے تحت درج کیا۔

نیز اس سے پہلے ذکر کردہ تفصیلی مقامات پر بھی: ثم دخلت سنة ثلاث وعشرين...وفي هذه السنة كانت وفاته.

اسے 23ھ کے عنوان میں ہی لائے ہیں، حالانکہ یکم محرم سے 24ھ شروع ہو جاتا ہے، پس اگر بالفرض طبری کے نزدیک یکم محرم کا موقف معتمد ہوتا، تو پھر وہ دونوں مقامات پر 23ھ کے بجائے 24ھ کے ضمن میں یہ شہادت کی تفصیلات درج کرتے، حالانکہ قارئین دونوں جگہ پر 23ھ کے واقعات میں ہی شہادت کا بیان پائیں گے۔

4۔ یکم محرم کا موقف طبری کی رائے میں ضعیف ہے

نیز ملاحظہ فرمائیں کہ طبری نے سب سے پہلے کس موقف کا بیان کیا، پھر اُس کے بعد طبری: وقد قيل کے صیغہ کے ساتھ یعنی: ضعیف صورت حال پر دلالت کرنے والے یکم محرم کے موقف کے بارے میں لوگوں کا بیان کرتے ہیں:

قال أبو جعفر: وقد قيل: إن وفاته كانت في غرّة المحرم، سنة أربع وعشرين. (أيضاً، 4/ 193)

یعنی: ابو جعفر (یعنی: طبری) نے کہا: یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپ کی وفات یکم محرم، 24ھ کو ہوئی۔

اس کے بعد انھوں نے اُس روایت کو بھی درج کیا؛ جسے مفتی صاحب نے المنتخب من ذیل المذیل سے نقل کیا تھا:

حدثني الحارث، قال: حدثنا محمد بن سعد، قال: أخبرنا محمد ابن عمر، قال: حدثني أبو بكر بن إسماعيل بن محمد بن سعد، عن أبيه قال: طعن عمر رضي الله تعالى عنه يوم الأربعاء، لأربع ليال بقين من ذي الحجة، سنة ثلاث وعشرين، ودفن يوم الأحد، صباح هلال المحرم، سنة أربع وعشرين. (أيضاً، 4/ 193)

یعنی: حضرت عمر 23ھ، بدھ کے روز زخمی کیے گئے کہ ابھی ذوالحجہ کی چار راتیں باقی تھیں، اور انھیں 24ھ، یکم محرم، ہفتہ کی صبح کو دفن کیا گیا۔

لیکن طبری کا موقف اور یہ روایت یہیں ختم نہیں ہوتی، کیونکہ اگر مفتی صاحب اپنے نقل کردہ مقام کے علاوہ یہاں کی روایت پیش نظر رکھتے، تو جان لیتے، کہ اوّل: تو طبری کے نزدیک یکم محرم والا موقف ہی کمزور ہے، ثانی: خود اسی کے بارے میں وہم کی بات بھی منقول ہے، چنانچہ روایت کے اختتام پر لکھا ہے:

فذكرت ذلك لعثمان الأخنسي فقال: ما أراك إلا وهلت، **توفي عمر رضي الله تعالى عنه لأربع ليال بقين من ذي الحجة**، وبويع لعثمان بن عفان لليلة بقيت من ذي الحجة، فاستقبل بخلافته المحرم سنة أربع وعشرين.

یعنی: میں (راوی) نے یہ بات (یعنی: مذکورہ روایت) عثمان الاخنسی (متوفی: 120-130ھ) کے سامنے بیان کی، تو انھوں نے کہا: میرے خیال میں تمھیں وہم ہوا، کیونکہ **حضرت عمر نے ذوالحجہ کی چار راتیں ہنوز باقی تھیں، تب شہادت پائی**، پھر **عثمان بن عفان کی بیعت ذوالحجہ کی آخری رات** میں ہوئی، **پس اُن (عثمان غنی) کی خلافت کا آغاز محرم 24ھ** سے ہوا۔

یہ لیجئے قبلہ! خود طبری کے اندر ہی آپ کے موقف کی بنیاد ٹھہرنے والی روایت کا حال، کہ طبری نے اس پر نقد بھی نقل کر رکھا تھا، پس ملاحظہ کرتے، تو ہرگز ایسی بات پر اپنے کالم کی بنیاد اُستوار کر کے جائے مقال نہ ہوتے۔

وحدثني أحمد بن ثابت الرازي، قال: حدثنا محدث، عن إسحاق ابن عيسى، عن أبي معشر قال: **قتل عمر يوم الأربعاء، لأربع ليال بقين من ذي الحجة، تمام سنة ثلاث وعشرين.** (أيضًا، 4/ 194)

یعنی: ابو معشر (نجیح بن عبدالرحمن سندی، متوفی: 170ھ) نے کہا: **حضرت عمر کو 23ھ کے اخیر میں، بروز بدھ شہید کیا گیا کہ ابھی ذوالحجہ کی چار راتیں باقی تھیں۔**

یہ لیجئے مفتی صاحب! اُسی طبری میں صراحت کے ساتھ موجود، کہ شہادت ذوالحجہ ختم ہونے سے چار راتیں پہلے ہو چکی، نیز یہاں زخمی کیے جانے کی بات نہیں کہی گئی، شہادت کا ذکر ہوا ہے۔

قال أبو جعفر: وأما المدائني، فإنه قال فيما حدثني عمر عنه، عن شريك، عن الأعمش- أو عن جابر الجعفي- عن عوف بن مالك الأشجعي وعامر بن أبي محمد، عن أشياخ من قومه، وعثمان بن عبد الرحمن، عن ابن شهاب الزهري، قالوا: **طعن عمر يوم الأربعاء، لسبع بقين من ذي الحجة. قال: وقال غيرهم: لسِتّ بقين من ذي الحجة.** (أيضًا، 4/ 194)

یعنی: ابن شہاب زہری (متوفی: 124ھ) سے مروی ہے: حضرت عمر بروز بدھ زخمی ہوئے کہ **ابھی ذوالحجہ کی سات راتیں** باقی تھیں، نیز بعض نے کہا: **ذوالحجہ کی چھ راتیں** باقی تھیں۔

وحدثت عن هشام بن محمد قال: **قتل عمر لثلاث ليال بقين من ذي الحجة** سنة ثلاث وعشرين. (أيضًا، 4/ 194)

یعنی: ہشام بن محمد (کلبی کوفی، متوفی: 204ھ) سے منقول، کہ حضرت عمر کی **شہادت 23ھ میں ہوئی، کہ ابھی ذوالحجہ کی تین راتیں** باقی تھیں۔

ان میں سے پہلے روایت میں ابن شہاب زُہری نے سات اور بعض کے مطابق چھ راتوں پہلے شہادت کا ذکر کیا ہے، اب تو یکم محرم الحرام تک بات پہنچنے کی نوبت ہی ممکن نہ رہی، علاوہ ازیں ہشام کلبی سے طبری نے وہی دیگر کی مثل تین والا قول بھی نقل کر رکھا ہے۔

الغرض مفتی صاحب! کم از کم ابن جریر طبری نے اپنی تاریخ میں ایسی کوئی معتمد بات نقل نہیں کی، جس کی بنیاد پر آپ نے یکم محرم الحرام کا موقف اپنایا، پھر اسے دیگر حوالہ جات سے مزین کرتے ہوئے تاثر دیا، جیسا کہ یہی سب کا معتمد و مختار موقف تھا۔

مفتی صاحب کے نقل کردہ دیگر حوالہ جات کا جائزہ

مفتی صاحب نے طبری کے بعد ابو نعیم (متوفی:430ھ) کا ذکر کیا، لیکن اُن کا حوالہ وماخذ کسی وجہ سے بیان نہیں ہو سکا، اگرچہ ہمیں ابو نعیم اصفہانی کی کتب کے متعلقہ مقامات کا علم، لیکن ہم جان بوجھ کر اُن کے درپے نہیں ہوتے، کیونکہ اگر ہم اُن کی کسی ایک کتاب پر تجزیہ پیش کریں، تو ممکن ہے کہ بعد اَزاں کہا جائے، کہ ہم نے تو دوسری کتاب سے لیا تھا۔ ابو نعیم کی عبارات کو ہم اپنی تفصیلی کتاب میں زیر بحث لائیں گے، اس لیے بھی یہاں صرف نظر کر رہے ہیں، اس کے علاوہ انھوں نے محولہ کتب میں اُسد الغابہ، تہذیب الاسماء واللغات، سیر اعلام النبلاء، سلم الوصول الی طبقات الفحول، مرقاۃ المفاتیح، لمعات التنقیح کا ذکر کیا اور بعد اَزاں ابن کثیر اور شبلی نعمانی سے حوالے لائے ہیں۔

اگرچہ اختلافی معاملے پر انھوں نے مرقاۃ، لمعات، شبلی نعمانی جیسی کتب سے استفادہ کیا، یہ بذات خود تعجب آمیز ہے کہ انھیں اس قدیم اَمر کی تحقیق کے لیے علم السیر والرجال کی کتب یا کم از کم اوّلین مصادر سے استفادہ کرنا چاہیے تھا، خیر مفتی صاحب نے جو حوالے درج کیے، ہم بھی فقط انھیں کی بارے میں حقائق پیش کریں گے۔

ابن اَثیر جزری (متوفی:630ھ) سے مطلب کی بات اَخذ فرمائی، باقی چھوڑ دی، کیوں؟

ہمارے مطابق مفتی صاحب نے طبری کی جس روایت کو بنیاد بنا کر حوالہ دیا، تو ابن اثیر (متوفی:630ھ) کی وہ عبارت یہ ہے:

> روى أبو بكر بن إسماعيل بن محمد بن سعد، عن أبيه، أنه قال: طعن عمر يوم الأربعاء لأربع ليال بقين من ذي الحجة، سنة ثلاث وعشرين، ودفن يوم الأحد صباح هلال المحرم سنة أربع وعشرين...إلخ. وقال عثمان بن محمد الأخنسي: **هذا وهم،** توفي عمر لأربع ليال بقين من ذي الحجة، وبويع عثمان **يوم الأثنين لليلة بقيت من ذي الحجة**. (أسد الغابة، للجزري، 4/ 166، دار الكتب العلمية)

اس عبارت اور ساتھ ہی عثمان اَخنسی دونوں کا ترجمہ سابق میں ہو چکا، وہاں مراجعت کریں، نیز اس کی سند پر مختصر کلام بھی ابتداء میں گزرا، اور یہاں پر ابن اَثیر جزری نے وہی عثمان اخنسی والا موقف بھی نقل کر رکھا ہے، جو طبری نے ذیل المذیل کے بجائے ابتداء میں درج کیا تھا، پس اگر بالفرض ہم مفتی صاحب کے لیے گمان رکھ لیں، کہ انھیں کسی وجہ سے طبری کے تفصیل مقام دیکھنے کا موقع نہیں مل سکا، اسی لیے اَخنسی کا اسے وہم قرار دینے والا قول وہاں نہ دیکھ پائے، کہ ذیل المذیل، گیارہویں جلد میں، جبکہ دوسرے مباحث تیسری

چوتھی جلد میں ہیں، لیکن جزری کے اس مقام پر توعثمان اَخنسی والا قول بالکل ساتھ ایک ہی جگہ لکھا ہوا ہے، اب یہ تو ممکن نہیں کہ آپ نے اوپر کی لائن پر نگاہ رکھی، اور اس کے متصل نیچے کی لائن پڑھنے سے یہاں بھی محروم رہے۔

چلیں یہ تو طبری کی بات ہوئی، اب دیکھیں کہ اسی جگہ اسی صفحہ پر جزری نے دوسرا موقف بھی لکھا ہوا تھا، لیکن مفتی صاحب نے کسی وجہ سے اُسے زیر غور لانا مناسب نہیں جانا، الغرض جزری نے بالکل مذکورہ روایت کے بعد بیان کیا ہے:

وقال ابن قتيبة: ضربه أبو لؤلؤة يوم الأثنين لأربع بقين من ذي الحجة، ومكث ثلاثًا، وتوفي، فصلى عليه صهيب، وقبر مع رسول الله ﷺ وأبي بكر. (أيضًا)

یعنی: ابن قتیبہ نے کہا: ابولؤلؤہ نے انھیں پیر کے دن زخمی کیا، کہ ابھی ذوالحجہ کی چار راتیں باقی تھیں، اور آپ تین دن زخمی رہے، پھر شہادت ہوئی، پس حضرت صہیب نے نماز جنازہ ادا کی، اور آپ کو رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابو بکر کے ساتھ دفن کیا گیا۔

اور یہی نہیں، بلکہ ابن اثیر جزری اسی مقام کے اگلے صفحہ پر قتادہ تابعی کا قول لائے ہیں، جس میں زخمی ہونے اور شہید ہونے کے درمیان دنوں کا ذکر بھی موجود ہے:

قال قتادة: طعن عمر يوم الأربعاء، ومات يوم الخميس. (أسد الغابة: 4/ 167)

یعنی: قتادہ (بن دعامہ بصری تابعی، متوفی 118ھ) نے کہا: حضرت عمر بدھ کے دن زخمی ہوئے اور جمعرات کے دن شہادت پائی۔

مفتی صاحب! اگر توجہ فرماتے، تو جس جگہ ابن اثیر جزری نے شہادت کا عنوان دے کر گفتگو شروع کی ہے، اسی کے آغاز میں اکابر تابعی اور شہادت فاروقی والے زمانے کے شاہد حضرت سعید بن مسیب (متوفی:94ھ) سے روایت کے آخر میں یہ واضح لکھا:

فما انسلخ ذو الحجة حتى طعن، فمات. (أسد الغابة: مقتله رضي الله عنه، 4/ 162)

یعنی: ابھی ذوالحجہ کا مہینہ نہیں گزرا تھا کہ وہ زخمی ہو کر شہید ہو گئے۔

اب مفتی صاحب کس بنیاد پر انھیں یکم محرم والے موقف کے حوالہ جات میں شمار کر رہے ہیں، یہ تو قبلہ ہی بہتر جانتے ہوں گے، کیونکہ ہم نے ابن اثیر جزری کے عبارات پیش کر دی ہیں، اہل علم مفتی صاحب کا موقف مد نظر رکھتے ہوئے باقی امور پر غور کر سکتے ہیں۔

ابوزکریا محی الدین ابن شرف نووی (متوفی:676ھ) سے غیر محتاط حوالہ

حسب سابق مفتی صاحب نے فقط اپنے مقصود کے مطابق ابتدائی بات دیکھی، تو حوالہ بنا کر یکم محرم الحرام کی تاریخ کا پورا موقف ہی امام نووی کے حصہ میں منتقل کر دیا، حالانکہ نووی نے یہاں پر اپنی معلومات یکجا کی ہیں، ذاتی موقف پیش ہی نہیں کیا، چنانچہ مفتی صاحب نے تو چونکہ کسی حکمت یا طوالت کی وجہ سے عربی عبارت نہ لکھی، لیکن ہم پیش کیے دیتے ہیں، تاکہ قارئین خود اندازہ لگائیں کہ کیا واقعی امام نووی یکم محرم میں شہادت کا موقف رکھتے ہیں، یا نہیں، چنانچہ وہ لکھتے ہیں۔

وطُعن عمر رضى الله عنه يوم الأربعاء، لأربع ليال بقين من ذى الحجة، سنة ثلاث وعشرين من الهجرة، ودفن يوم الأحد، هلال المحرم سنة أربع وعشرين..إلخ، وقيل: توفّى لأربع بقين من ذى الحجة، وقيل: لثلاث، وقيل: لليلة، وقيل غير ذلك فى مدة الخلافة وتاريخ الطعن والوفاة. (تهذيب الأسماء واللغات، للنووي: 2/ 13-14، دار الكتب العلمية)

یعنی: اور حضرت عمر بدھ کے روز زخمی کیے گئے، کہ ابھی ذوالحجہ، 23ھ کی چار راتیں باقی تھیں، اور انھیں ہفتہ کے دن ،یکم محرم 24ھ کو دفن کیا گیا، نیز کہا جاتا ہے: انھوں نے شہادت پائی، کہ ابھی ذوالحجہ کی چار راتیں باقی تھیں، بعض نے کہا: تین باقی تھیں، بعض نے کہا: ایک باقی تھی، اور اس کے علاوہ بھی آپ کی مدت خلافت اور زخمی کیے جانے اور شہادت پانے کی تاریخ کے بارے میں اختلافی اقوال بیان کیے گئے ہیں۔

مفتی صاحب! ملاحظہ فرمائیں کہ امام نووی نے محض اپنی معلومات کو یکجا کیا ہے، بایں وجہ اختتام پر انھوں نے واضح موقف بھی دے دیا کہ خلافت کی مدت سمیت زخمی ہونے اور شہادت پانے کی تاریخ سب اختلافی اقوال موجود ہیں، الغرض جب وہ خود کسی ایک تاریخ کو ترجیح نہیں دے رہے، تو بھلا آپ نے کیونکر اُن کی جانب موقف کی پُر اعتماد نسبت بیان فرمائی؟ نیز ان کے ترجیح نہ دینے کی تائید دوسرے مقام سے بھی واضح ہے کہ وہاں انھوں نے ایسے کسی اختلاف کا ذکر ہی نہیں کیا، بلکہ اپنا دوٹوک موقف دیتے ہوئے ذوالحجہ کو متعین کر دیا، اب تو آپ کا انھیں یکم محرم والے موقف سے منسوب کرنے کا کوئی علمی جواز باقی نہیں رہتا، پس امام نووی دوسری کتاب میں لکھتے ہیں:

وعُمر في ذي الحجّة سنة ثلاث وعشرين.

(التقريب والتيسير لمعرفة سنن البشير النذير، النوع الستون: التواريخ الوفيات، الصفحة 117، دار الكتاب العربي)

یعنی: اور حضرت عمر نے ذوالحجہ، 23ھ میں شہادت پائی۔

امام شمس الدین ذہبی (متوفی:748ھ) اور مفتی صاحب کے موقف میں واضح فرق

مفتی صاحب نے حوالہ جاتی تسلسل میں یہ باور کرانے کی سعی فرمائی، کہ گویا امام ذہبی بھی اسی بات کے قائل ہیں کہ سیّدنا فاروق اعظم کی شہادت یکم محرم کو ہوئی، حالانکہ کم از کم مفتی صاحب کے اپنے لکھے ہوئے حوالے کے مقام پر ایسی کوئی بات معلوم نہیں ہوتی، بلکہ اس کے برعکس امام ذہبی کی عبارت سے جو موقف واضح ہوتا ہے، وہ یہی ہے کہ زخمی 26/25 ذوالحجہ کو ہوئے، البتہ تدفین یکم محرم کو ہوئی، یہاں تدفین کی بات ہے، شہادت کی نہیں، اور سارا اختلاف بنیادی طور پر تاریخ شہادت پر استوار ہے، چنانچہ پہلے ذہبی کی عبارت دیکھیں:

وقال معدان بن أبي طلحة: أصيب عمر يوم الأربعاء، لأربع بقين من ذي الحجة. وكذا قال زيد بن أسلم وغير واحد. وقال إسماعيل بن محمد بن سعد بن أبي وقاص: إنه دفن يوم الأحد مستهلّ المحرم. (سير أعلام النبلاء، سير الخلفاء الراشدين، 28/ 95، مؤسسة الرسالة بيروت)

یعنی: معدان بن ابی طلحہ (یعمری شامی، متوفی: مابین 60-80ھ تقریباً) نے کہا: حضرت عمر رضی اللہ عنہ بدھ کے دن زخمی کیے گئے کہ ابھی ذوالحجہ کی چار راتیں باقی تھیں۔ نیز اسی طرح زید بن اسلم (عدوی مولی عمر، متوفی: 136ھ) اور دیگر نے بیان کیا ہے۔ اور اسماعیل بن محمد بن سعد بن ابو وقاص (متوفی: 134ھ) نے کہا: بیشک انھیں یکم محرم بروز ہفتہ دفن کیا گیا۔

اب امام ذہبی کی مذکورہ عبارت پر غور فرمائیں، تو پہلے انھوں نے چار راتوں پہلے زخمی ہونے کا قول بیان کیا، نیز اس قول کو انھوں نے معدان، زید بن اسلم اور دیگر کا موقف بتایا، اس کے بعد فقط تدفین کو یکم محرم کی صبح میں ہونا درج کیا ہے، پس ذہبی کی اصل عبارت مع مفہوم ترجمہ پیش خدمت ہے، تو اس میں بتایا جائے کہ کس جگہ پر انھوں نے یکم محرم کو شہادت کی تاریخ بیان کیا ہے؟

نیز مفتی صاحب کی خدمت میں ہم ذہبی کی ہی دوسری کتاب سے تصریح پیش کر دیتے ہیں، کہ وہ سرے سے یکم محرم کو تاریخ شہادت تسلیم نہیں کرتے، بلکہ انھوں نے ذوالحجہ میں ہی شہادت بیان کی، چنانچہ ان کی معروف کتاب الکاشف میں ہے:

استشهد لأربع بقين من ذي الحجة 23. (الكاشف: الرقم 4045. دار القبلة جدّة)

یعنی: انھیں 23ھ میں شہید کیا گیا، کہ ابھی ذوالحجہ کی چار راتیں باقی تھیں۔

شیخ ملا علی قاری (متوفی: 1014ھ) سے مفتی صاحب کا غیر محتاط حوالہ

مفتی صاحب نے حسب سابق اُن کے حوالہ میں بھی تحقیق واستیعاب سے کام نہیں لیا، چنانچہ انھوں نے فقط اپنے موقف کی مناسب رکھنے والی عبارت پائی، تو گمان فرمایا کہ ملا علی قاری (متوفی: 1014ھ) بھی یکم محرم میں شہادت کا موقف رکھتے ہیں، حالانکہ یہ بات حقیقت کے خلاف ہے، چنانچہ مفتی صاحب نے جس مقام پر حوالہ درج کیا، ہم نے اس کے علاوہ بھی اسی کتاب کے دوسرے مقام سے بھی متعلق عبارت درج کر دی ہے۔

پس ملا علی قاری سے نقل کرتے ہوئے مفتی صاحب نے پہلی خطاء یہ کی، کہ انھوں نے حوالے کو ملا علی قاری کا ذاتی موقف گمان کر لیا، حالانکہ اس مقام پر ملا علی قاری اپنا نہیں، بلکہ خطیب تبریزی (متوفی: 741ھ) کا موقف ذکر کر رہے ہیں، اسی لیے انھوں نے موقف نقل کرنے سے پہلے قال المؤلف واضح طور پر دونوں ہی مقامات پر لکھا، اب مفتی صاحب کو چاہیے تھا، کہ بیشک ملا علی قاری سے یہ بات نقل کرتے، تاہم اتنا اہتمام علمی لحاظ سے ضرور کرتے کہ اصل کی رعایت کرتے ہوئے بطور ناقل شیخ قاری کا حوالہ رقم فرماتے۔

چلیں ہم فی الحال اس بحث میں نہیں جاتے کہ ملا علی قاری کے یہاں مرقاۃ میں قال المؤلف سے مراد کون ہے؟ اور ہم مفتی صاحب کے نقل کردہ معاملے کو ہی پیش نظر رکھتے ہیں، تو اس میں ہمارے پیش نظر جو مطبوعہ نسخہ موجود ہے، اُس کی عبارت سے بھی مفتی

صاحب کو کوئی فائدہ نہیں، کیونکہ انھوں نے واضح طور پر دفن کیے جانے کو محرم میں بیان کیا ہے، تاریخ شہادت کو نہیں، چنانچہ مفتی صاحب نے تو فقط ایک جگہ سے نقل کیا، ہم نے تلاش کر کے دونوں مقامات کی عبارت ذیل میں پیش کر دی ہیں، ملاحظہ فرمائیں۔

قال المؤلف: ودفن يوم الأحد، عاشر محرم، سنة أربع وعشرين. (مرقاة المفاتيح، للقاري، باب مناقب عمر، 11/ 205، الرقم 6055، دار الكتب العلمية)

یعنی: مؤلف نے کہا: اور انھیں بروز ہفتہ، دس محرم (یا پھر عشرہ محرم، یعنی پہلے دس دنوں کی کسی تاریخ میں)، سن 24ھ دفن کیا گیا۔

قال المؤلف: طعنه أبو لؤلؤة غلام المغيرة بن شعبة بالمدينة، يوم الأربعاء، لأربع بقين من ذي الحجة، سنة ثلاث وعشرين، ودفن يوم الأحد، عاشر محرم، سنة أربع وعشرين. (كتاب الفضائل، باب المبعث، 10/ 504، الرقم 5840)

یعنی: مؤلف نے کہا: مغیرہ بن شعبہ کے غلام ابولؤلؤہ نے مدینہ میں بروز بدھ زخمی کیا، کہ ہنوز 23ھ، ذوالحجہ کی چار راتیں باقی تھیں، اور بروز ہفتہ، دس محرم (یا پھر عشرہ محرم) 24ھ میں تدفین ہوئی۔

شیخ علی قاری کی عبارت میں دونوں جگہ عاشر محرم لکھا ہوا ہے، ہم نے اس کی توضیح کر دی، تاہم گمان ہے کہ غرۃ محرم سے تصحیف ہوئی، جس کا ثبوت لمعات والے نسخہ الاکمال کی عبارت سے عیاں، جیسا کہ ذیل کی عبارت میں آرہا ہے، بہر کیف دونوں صورت میں ہمارے موقف کو مضر نہیں، نیز مفتی صاحب کے موقف کو مفید نہیں۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی (متوفی: 1052ھ) سے مفتی صاحب کا غیر محتاط حوالہ

طعنه أبو لؤلؤة غلام المغيرة بن شعبة بالمدينة، يوم الأربعاء، لأربع بقين من ذي الحجة، سنة ثلاث وعشرين، ودفن يوم الأحد، غرّة محرم، سنة أربع وعشرين. (لمعات التنقيح، للدهلوي، 10/ 130. وهي نقل عن الإكمال في أسماء الرجال، للخطيب التبريزي المتوفى 741هـ، حرف العين، رقم الترجمة: 450، طبعة دار النوادر بيروت)

یعنی: مغیرہ بن شعبہ کے غلام ابولؤلؤہ نے مدینہ میں بروز بدھ زخمی کیا، کہ ہنوز 23ھ، ذوالحجہ کی چار راتیں باقی تھیں، اور بروز ہفتہ، یکم محرم، 24ھ میں تدفین ہوئی۔

مفتی صاحب نے اس نقل میں یہ خطاء کی، کہ انھوں نے خطیب تبریزی (متوفی: 741ھ) کی کتاب الاکمال جو مشکوۃ اور لمعات وغیرہ کے ساتھ ملحق کر کے عام طور پر شائع کی جاتی ہے، اس کے حوالے کو شیخ محقق کا حوالہ گمان کرتے ہوئے نقل کر دیا، حالانکہ یہ خطیب

تبریزی کی عبارت ہے، جسے ملا علی قاری نے بھی نقل کیا، اور لمعات کے اخیر میں ناشرین نے مفید سمجھتے ہوئے الگ سے آخری جلد میں اسے ملحق کیا، اب خطیب تبریزی کا حوالہ شیخ محقق کا حوالہ بنا کر دیا جانا مناسب امر نہیں۔

نیز اس کے باوجود مفتی صاحب کو ملا علی قاری، خطیب تبریزی یا پھر شیخ محقق عبد الحق دہلوی وغیرہ کسی کی عبارت فائدہ نہیں دے سکتی، کیونکہ ان سب نے مذکورہ عبارات میں صاف طور پر یکم محرم میں صرف اور صرف تدفین کیے جانے کا لکھا ہوا ہے، شہادت کی تاریخ کسی ایک نے بھی یکم محرم بیان نہیں کی، پس مفتی صاحب! آپ نے کیونکر ان کے حوالے سے یکم محرم کی شہادت کا موقف منسوب کر ڈالا؟ آپ بھی اسی قدرے پر اکتفاء کرتے کہ تدفین یکم محرم کو ہوئی، یہ بات اُن حضرات نے لکھی، لیکن چونکہ آپ نے ایک جانبدارانہ موقف پہلے سے طے فرما رکھا تھا، اس لیے آپ نے تحقیق و تجزیہ کی ضرورت محسوس نہ فرمائی، بس یکم محرم والی مشابہ عبارت پر نگاہ رکھی، اور حوالہ منسوب کر دیا۔ فیاللعجب۔

شیخ حاجی خلیفہ (متوفی:1069ھ) سے غیر محتاط حوالہ

حاجی خلیفہ کے سن وفات سے بھی اندازہ لگا سکتے ہیں، کہ مفتی صاحب کو اپنا مدعا ثابت کرنے کے لیے کس قدر تنزل برداشت کرنا پڑا، کہ محدثین وائمہ کی کتب رجال وسیر کو چھوڑ کر گیارہویں صدی کے مؤلف تک پہنچے، خیر یہ کوئی عیب کی بات نہیں، لیکن ہم اس لیے توجہ دلا رہے ہیں، کہ مفتی صاحب اگر واقعی اہلسنت کے درمیان اضطراب کی فضا ختم کر کے اصلاحی موقف دینا چاہتے، تو وہ لازمی طور پر معتمد اور اولین مصادر کی جانب مراجعت کرتے، پھر تجزیہ و تحقیق کے بعد اگر کسی موقف کو ترجیح دیتے، تو الگ بات تھی، بایں صورت ہمیں کوئی اعتراض نہ ہوتا، لیکن انھوں نے اپنے جانبدارانہ اور غیر سنجیدہ تحقیق کے نتیجے میں جو موقف لکھ دیا، اس سے مزید اختلاف ہی پیدا ہوں گے۔

بہر کیف حاجی خلیفہ کی عبارت وہی ماقبل خطیب تبریزی وغیرہ کی مثل ہے، اس لیے الگ سے ترجمہ کی حاجت نہیں، ویسے بھی یہ کتاب ایسے امور کے لیے کوئی قابل اعتماد مصدر نہیں، کہ جب اولین اور معتمد کتب سے صراحت موجود، تو اس کی جانب تنزل کی علمی واخلاقی حاجت ہی نہیں، اسی لیے ان پر زیادہ کلام کی ضرورت نہیں، البتہ مفتی صاحب نے جس مقام پر حوالہ درج کیا، اس مقام کی اصل عربی عبارت کے کلمات درج ذیل ہیں۔

وطعنه أبو لؤلؤة غلام المغيرة بن شعبة بالمدينة، يوم الأربعاء، لأربع بقين من ذي الحجة، سنة ثلاث وعشرين، ودفن يوم الأحد، غرّة محرم، سنة أربع وعشرين. (سلم الوصول إلى طبقات الفحول. للمؤرخ حاجي خليفة المتوفى: 1069هـ. 2/ 413. الرقم 3333. باب العين. طبعة استانبول: 2010ء)

علامہ ابن کثیر (متوفی:747ھ) سے غیر محتاط حوالہ

مفتی صاحب نے اپنے کالم میں علامہ ابن کثیر سے ایک طویل اقتباس درج کیا، لیکن اس میں بھی یہی بات لکھی ہے کہ بروز بدھ، 26ھ ذوالحجہ کو قاتلانہ حملہ ہوا، یہ بات پہلے بھی متعدد مرتبہ ذکر ہوچکی، اس کا جتنا حصہ مفتی صاحب نے کالم میں درج کیا، اُس میں یکم محرم والے موقف کا کوئی تذکرہ ہی نہیں۔

البتہ مفتی صاحب نے یہاں بھی وہی اغماض برتا، اور ابن کثیر نے مذکورہ بات لکھنے کے بعد جب تاریخ شہادت پر بقیہ اقوال درج کیے، جو مفتی صاحب کے خلاف جاتے تھے، تو آپ نے فقط آدھے مقام تک واقعے کا ذکر کرکے اقتباس مکمل کر دیا، حالانکہ اسی صفحہ پر ابن کثیر کا واضح ترین وہی موقف لکھا ہوا ہے کہ 26 ذوالحجہ کو صبح کی نماز میں حملہ ہوا، کہ ابھی ذوالحجہ ختم ہونے میں چار راتیں باقی تھیں، پھر زخمی حالت میں تین دن گزرے، کہ تیسرے دن شہادت ہوگئی، اس کے بعد تدفین یکم محرم کی صبح 24ھ میں ہوئی۔ (البدایہ والنہایہ، 7/137، مکتبۃ المعارف بیروت)

مفتی صاحب! آپ نے کیونکر یہ عبارات اپنے موقف کی مطابق ڈھالنے کی سعی کی، یہ تو آپ ہی جانتے ہیں، البتہ اتنی بات ضرور ہے کہ ابن کثیر نے آپ کے یکم محرم والے شہادت کی تاریخ کے موقف کو کم از کم اس مقام پر کہیں نہیں لکھا، یہ آپ کی طرف سے اُن پر ایسا معاملہ ہے، جس کے آپ ہی جوابدہ ہوں گے۔

نیز مفتی صاحب، اگر علامہ ابن کثیر کے اُس مقام پر عنوان ہی دیکھ کر غور فرماتے، تو وہاں لکھا ہوا ہے:

ثم دخلت سنة ثلاث وعشرين وفيها وفاة عمر بن الخطاب.

یعنی: پھر سال 23ھ آیا، جس میں عمر بن خطاب کی وفات ہوئی۔

قبلہ! سارے علماء سالِ شہادت کو 23ھ کے ضمن میں ہی لا کر بیان کر رہے ہیں، لیکن آپ اپنے تئیں مصر ہیں، کہ یکم محرم 24ھ کو تاریخِ شہادت کہتے ہیں، سبحان اللہ۔

علامہ شبلی نعمانی سے غیر محتاط حوالہ

اسی طرح اُن کے بعد علامہ شبلی نعمانی سے بھی اپنے موقفت کو ثابت کرنے کی غرض سے یہ بات نقل کی:

حضرت عمرؓ کا تین دن بعد انتقال ہوا اور محرم کی پہلی تاریخ ہفتہ کے دن مدفون ہوئے۔

اب مفتی صاحب بہتر بتاسکتے ہیں، کہ اس میں شہادت کی تاریخ یکم محرم کہاں لکھی ہے؟ یہاں تو شبلی نعمانی نے یکم محرم، بروز ہفتہ کو دفن کیے جانے کی بات کی ہے۔ یہی بات ہم بارہا عرض کر چکے ہیں، کہ دفن کی تاریخ اور شہادت کی تاریخ کے درمیان فرق ہے۔

نیز شبلی نعمانی کی الفاروق کا اصل مقام دیکھیں، تو انھوں نے حضرت عمر کی شہادت کا عنوان لکھ کر نیچے بریکٹ میں (26 ذوالحجہ 23 ہجری-644 عیسوی) لکھ دیا ہے، البتہ بحث کے اختتام پر آپ والا اقتباس لکھا، (الفاروق: ص166/169، دار الاشاعت کراچی، طبع 1991ء)

۔جس سے آپ نے اپنے حق میں مفید نہ جانتے ہوئے ما قبل کی طرح صرف نظر فرمائی، جو علمی لحاظ سے مناسب طریقہ کار نہیں، کیونکہ جب شبلی نعمانی خود ذوالحجہ ،23ھ میں شہادت اور محرم 24ھ میں تدفین مان رہے ہیں، تو آپ بھلا کیونکر اُن کی جانب شہادت کی تاریخ بھی یکم محرم 24ھ ہی منسوب کیے ہوئے ہیں؟

اختتامی گزارشات

ہم نے بہت عجلت میں فقط ایک دو نشستوں کے اندر یہ چند صفحات لکھے ہیں، کیونکہ ہماری فیس بک پر مختصر پوسٹ کے بعد کئی افراد و علماء نے کہا، کہ تحریری طوری پر اپنا تجزیہ پیش کریں، اسی لیے ہم نے زیادہ شرح وبسط اور ایک ایک سطر لے کر تجزیہ کرنے میں وقت ضائع نہیں کیا، بلکہ مجموعی طور پر آپ کے کالم کی ابتداء میں تاریخ شہادت کے بارے میں جو باتیں بیان ہوئیں، اُن پر چند گزارشات مرتب کر دی ہیں، اس کے باوجود اخیر میں یہی گزارش ہے کہ آپ ہمارے بڑے ہیں، تو خدا کے لیے اپنے بڑے ہونے کے شرف سے ہمیں اور جملہ اہلسنت کو مستفید فرمائیں، اہلسنت کے داخلی وباہمی اختلاف کا حل کرنا، آپ کے کاندھوں پر سب سے بڑی ذمہ داری ہے، کانفرنس، پروگرام کی صدارتیں اور دیگر نجی مصروفیات بھی ضروری، لیکن جب اہلسنت باہم دست و گریباں، تو آپ کے بقیہ معاملات میں انہماک کی وجہ ترجیح آپ ہی بہتر جانتے ہیں، یہ سطور توجہ دلانے کے لیے ہیں، بحث ومباحث کے لیے نہیں، لیکن اگر بالفرض آپ تقاضا فرمائیں، تو بندہ عرض مدعا کے لیے بھی حاضر ہے، تاہم معاملے کو جانبدارانہ طریقے سے دیکھنے کے بجائے وسیع تناظر میں دیکھیں، جیسا کہ آپ کے فرض منصبی کا تقاضا اور شان ہے اور پھر اپنے لکھے ہوئے کالم پر نظر ثانی فرمائیں، جس میں یا تو مدلل طور پر اپنا کوئی بھی تحقیقی موقف بیان کریں، کہ میدانِ تحقیق میں دلائل کے ساتھ کسی بھی موقف کو اپنانے میں قد غن نہیں، یا پھر پہلے کی طرح کم از کم اس معاملے میں سکوت اختیار کر لیں، تا کہ ایک مخصوص طبقے کو آپ کی لاشعوری تائید میسّر نہ آئے، واللہ الموفق والمعین۔

اس مواد میں ہم نے اپنے دلائل پیش نہیں کیے، جیسا کہ ما قبل بھی عرض کر دیا گیا، یہ فقط مفتی صاحب کے کالم کے تناظر میں لکھا گیا مواد ہے، اسی لیے اس کی عبارات ہمارا مختار موقف نہیں ٹھہرائی جا سکتیں، کیونکہ جب ہم اپنے تئیں دلائل کا مکمل تجزیہ وتنقیح کر کے فرصت پائیں گے، تب اپنے موقف کو اپنی کتاب میں تفصیلاً رقم کریں گے فافہم۔